اِک ''نیازمند'' فرزندِ بنوری ٹاؤن

مولانا طلحہ رحمانی

اسلامی سال ۱۴۳۹ھ کے پہلے ''دن'' پہلا ''جمعہ'' عظیم مادرِ علمی جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے لائق وفائق ''استاذ'' و ''ناظمِ دارالاقامہ'' ، ''معین ورفیقِ دارالافتاء'' اور قابلِ افتخار فاضل نوجواں ، گلشنِ بنوری کے ''فرزند'' مولانا مفتی محمد نیاز رحمۃ اللہ علیہ اچانک حرکتِ قلب بند ہوجانے سے رحلت فرماگئے ، إنا للّٰہ وإنا إلیہ راجعون ۔ کم عمری میں ممتاز ونمایاں خوبیوں کا مالک میرا ''چھا چھی ملا'' (میں اُن کے سنگی کہنے کے جواب کے طور پہ کہتا) پاکیزہ اُلفتیں لُٹانے والا ایک ''ہمدرد انسان'' تھا۔ اس مردِ قلندر کا نام والدین نے ''محمد نیاز'' رکھا تھا۔

خمیرِ نسبت

مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا آبائی علاقہ سرزمینِ چھچھ کا معروف گاؤں ''شینکہ'' تھا۔ دریائے اباسین کے ساتھ متصل شمال میں ایک سو دو گاؤں پہ مشتمل علاقہ چھچھ جس کا مرکزی شہر وتحصیل مقامِ حضرو ہے۔ اس ''فرزند'' کا تعلق ''شینکہ'' گاؤں میں ایک محنتی وغیور جفاکش ''محمد یونس'' مرحوم کے گھرانہ سے ہے ، پانچ بیٹے ، ایک بیٹی پہ مشتمل اس کنبہ کے سب سے چھوٹے فرزند ''مفتی محمد نیاز'' کی پیدائش ۲۰ ؍ذوالحجہ ۱۳۹۱ھ موافق ، ۵ ؍فروری ۱۹۷۲ء بروز ہفتہ کو ہوئی ، سادگی کے پیکر نیک صالح والدین نے اپنے اس بیٹے کو عظمتِ دین کی ترویج واشاعت کے لیے وقف کرنے کا عزم کیا ، والدین نے اعلیٰ اخلاقی تربیت کرتے ہوئے علاقہ کی روایت کے مطابق ابتداء میں گاؤں کی مسجد میں ناظرہ قرآن کے ساتھ ابتدائی عصری تعلیم کے لیے مقامی اسکول میں داخل کروایا۔ عمرِ شعور کے ساتھ ہی اپنے گاؤں سے متصل دوسرے گاؤں ''ملک مالا'' میں معروف مربی استاذ العلماء حضرت ''قاری محمد اسماعیل'' مدظلہ العالی کے یہاں حفظِ قرآن کے لیے داخل کروایا۔ حضرت قاری صاحب مدظلہٗ کی خصوصی توجہ وشفقت سے ''محمد یونس'' مرحوم کے فرزند ''محمد نیاز'' ۱۹۸۶ء میں حفظِ قرآن کی تکمیل کی نعمت وسعادت سے شرف

یاب ہوکر اَب ’’حافظ محمد نیاز‘‘ بن چکے تھے، اس عظیم انعام کی صورت میں والدین کا بھی ایک خواب حقیقت کی تعبیر کی شکل میں سامنے تھا، جس پہ پورا گھرانہ وخاندان رب تعالیٰ کے حضور شکر بجالا رہا تھا۔ تکمیلِ حفظ کے بعد گردان اور ضروری عصری تعلیم کا سلسلہ بھی جاری رہا، قرآن مجید کی پختگی کے ساتھ ساتویں جماعت تک مقامی اسکول میں پڑھائی بھی مکمل کی۔

درخت لگانا ہمارا اور پھل دینا اللہ کا کام ہے

والدین واہل خانہ نے اپنے خواب کے اگلے مرحلہ کی تکمیل کی غرض سے علومِ دینیہ کے حصول کے لیے باہمی مشاورت کے بعد عالم اسلام کے معروف مرکزِ علم وعرفاں ’’جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی‘‘ کا انتخاب کیا۔ اس عظیم ادارہ میں داخلہ کی مشکلات کی آسانی کے لیے ’’حافظ محمد نیاز‘‘ کے مرحوم والد اور ان کے بڑے بھائی ’’محمد ابراہیم‘‘ اپنے گاؤں سے متصل دوسرے گاؤں ’’بہودی‘‘ تشریف لے گئے، جہاں برصغیر کی معروف علمی ہستی عارف باللہ حضرت مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند حضرت مولانا قاری سعید الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی، حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس علاقہ کی دینی وعلمی شخصیت کے ساتھ سیاستِ اسلامی کے بھی سرخیل تھے، اور علاقہ چھچھ میں دینی و سماجی حوالہ سے معروف نام رکھتے تھے۔ آپ ’’جامعہ اسلامیہ راولپنڈی‘‘ کے ’’بانی وشیخ الحدیث‘‘ بھی تھے، علاقہ چھچھ میں عملاً اسلامی سیاست کی وجہ سے انتخاب میں فتح یاب ہوکر پنجاب کی وزارت پہ بھی فائز رہے۔ برسوں ہر ہفتہ میں بروز بدھ اور جمعرات علاقہ میں موجود ہونے کا آپ کا معمول رہا۔ حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے چھوٹے بھائی ’’امامِ اہلِ سنت حضرت مفتی احمد الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ‘‘ عالمِ اسلام کے عظیم مرکز گلشنِ بنوری جامعہ علومِ اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے مہتمم اور اس ادارہ کے بانی ’’محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری الحسینی رحمۃ اللہ علیہ‘‘ کے حیاً ومیتاً جانشین وداماد تھے۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی دینی مصروفیات ومشاغل کی بنا پہ بہت کم اپنے علاقے کی طرف تشریف لے جاتے۔ اگر اسلام آباد، راولپنڈی یا پشاور کی طرف آپ کا جانا ہوتا اور وقت ملتا تو ضرور اپنے آبائی علاقہ میں جاتے، آپ کی گاؤں آمد اکثر اپنے بڑے بھائی حضرت قاری سعید الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہی ہوتی۔

قاری صاحبؒ سے اسی مناسبت وتعلق اور تعارف کی بنا پہ ’’حافظ محمد نیاز‘‘ کے ’’والد مرحوم‘‘ اور بھائی ’’محمد ابراہیم‘‘ ان کے پاس ’’بہودی‘‘ ملاقات کے لیے گئے۔ انیس سو ستاسی کی بات ہے، وہاں جاکر اپنے برخوردار کے تکمیلِ حفظ اور اپنے خاندان کی خواہش کا بتلایا کہ ہم اس ’’بچے‘‘ کو دینی علوم پڑھاکر عالمِ دین بنانا چاہتے ہیں، آپ اپنے چھوٹے بھائی مفتی صاحب کے نام سفارش کے طور پہ تحریر لکھ دیں، تاکہ ہم اس کو درسِ نظامی کے حصول کے لیے کراچی بھیج دیں۔ قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: میرے بھائی ’’مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ‘‘ گاؤں تشریف لائے ہوئے ہیں، اور گھر میں موجود ہیں،

تھوڑی دیر میں وہاں موجود اُن کی بیٹھک میں مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے تو اُن کے سامنے اپنے مُدعا اور خواہش کا اظہار کیا، ''بھائی محمد ابراہیم'' کے بقول ہم نے حضرت سے تحریر لکھنے کی بات کی، تاکہ جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں داخلہ کی آسانی ہو، تو ''حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ'' نے ایک تاریخی جملہ ارشاد فرمایا کہ: ''درخت لگانا ہمارا کام ہے، پھل دینا اللہ کا کام ہے۔''

مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ادارہ کے منتظمین کے نام تحریر لکھ کر ان کو دی تو بھائی ابراہیم نے ان سے وہ جملہ بھی اس تحریر پہ لکھنے کا کہا، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کی خواہش پہ وہ بھی اس تحریر میں لکھ دیا، یوں ''حافظ محمد نیاز'' کو کراچی میں دینی تعلیم کے حصول کے لیے کراچی کے لیے روانہ کرنے کا طے ہوا۔ بھائی محمد ابراہیم نے بتایا کہ میں نے اپنے چھوٹے بھائی کو تاکید کی کہ اس سفارشی تحریر کو متعلقہ ناظم صاحب کو دکھا کر ان سے لے لینا اور اس کو بطور تبرک و تاریخی یادداشت کے طور پہ اپنے پاس محفوظ رکھنا۔ ۱۹۸۸ء میں جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں ابتدائی درجات میں داخلے کے لیے امتحان پاس کیا، منتظم جامعہ نے نئی قائم ہونے والی شاخ ''مدرسہ عربیہ اسلامیہ'' ملیر میں رہائشی داخلہ کا بطاقہ دے دیا۔ درجہ اولیٰ سے درجہ رابعہ تک مفتی نیاز رحمۃ اللہ علیہ محنت لگن اور مستقل مزاجی سے جامعہ کی ملیر شاخ میں اپنے باکمال اساتذہ کی مثالی تربیت میں درسِ نظامی کی تعلیم کا ایک مرحلہ مکمل کر کے درجۂ خامسہ میں اپنے ہم جماعت طلبہ کے ساتھ مرکز آ گئے۔

اس وقت ملیر شاخ کے ناظم مولانا عبدالغفار زید مجدہٗ نے ان کے بارے میں بتایا کہ مفتی صاحب ذی استعداد، فہیم و ذکی طلبہ میں شمار ہوتے تھے اور ان گزرے چار سالوں کے روز و شب میں کبھی بھی اپنے اساتذہ کو معمولی شکایت کا موقع نہیں دیا، نیک صالح عادات، ادب و احترام سے مزین خادمانہ طبیعت اور اخلاق و سنجیدہ گفتار کی مثالی صفات کی بنا پہ ان کا نمایاں طلبہ میں شمار ہوتا تھا۔

درجہ خامسہ سے ۱۹۹۵ء میں درجہ سابعہ تک درسِ نظامی کے اختتام کے آخری سال سے قبل ''حافظ محمد نیاز'' اساتذہ کے مشورہ سے دورہ حدیث شریف سے قبل مینگورہ سوات میں ایک سال کے لیے فنون کی پختگی کے لیے چلے گئے، ایک سال میں مزید اعلیٰ علمی استعداد میں کمال حاصل کر کے واپس مادرِ علمی میں تشریف لائے اور ''امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ'' نے علم کا جو درخت لگایا تھا وہ اب ''حافظ محمد نیاز'' سے ''مولانا محمد نیاز'' بن چکے تھے، اور اس تن آور درخت کی آبیاری کرنے والی وہ عظیم ہستیاں تھیں جو سب علم و فضل، تقویٰ و ورع، دور اندیشی اور اپنے زمانہ میں یکتا صفات و کمالات میں ممتاز درجہ پہ تھیں۔ اس عظیم مادرِ علمی کے نابغۂ روزگار اربابِ علم و فہم سے ''حافظ محمد نیاز'' نے کسبِ فیض کرتے ہوئے علوم نبوی کی سند حاصل کی۔ عظمتِ رفتہ کی اس عظیم مسندِ حدیث پہ جن نایاب جواہر نے اس پتھر کو تراشا اُن میں شہدائے جامعہ کے سرخیل دامادِ علامہ بنوریؒ ''حضرت مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار شہید و حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزئی شہید رحمۃ اللہ علیہم'' اور باغبانِ بنوری کے مسند نشین ''حضرت مولانا

ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر دامت برکاتہم العالیہ‘‘ جیسے سلاطینِ علم وعمل کے بلند نام سرِفہرست ہیں۔

حصولِ علم کے اس پڑاؤ پہ دیگر درجات کی طرح درجہ عالیہ میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے اختتامی امتحان میں بھی ممتاز حیثیت کے چند خوش بخت طلبہ میں شامل تھے۔ ’’مولانا محمد نیاز‘‘ نے اپنے اساتذہ کے پڑھائے ہوئے سبق کے مطابق درسِ نظامی سے فراغت کے بعد اپنی علمی سیرابی کی غرض سے فقہی ذوق کا اظہار کیا، آپ کی تربیتِ علم وعمل کے مشفق ومربی اساتذہ نے ’’درجہ تخصص فی الفقہ‘‘ کے لیے چنیدہ جید طلبہ میں آپ کا بھی انتخاب کیا۔

تخصص فی الفقہ کا پہلا سال ۱۹۹۷ء کا تھا جو جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن سے وابستہ لاکھوں فیض یافتہ ہر چھوٹے بڑے کے لیے ’’عام الحزن‘‘ کے طور پہ بالعموم رہا، لیکن ’’مولانا محمد نیاز‘‘ کے لیے بالخصوص کئی تکالیف والمناکیوں سے پُر تھا، اس سال جامعہ کے ’’مہتمم وشیخ الحدیث‘‘ حضرت مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار شہیدؒ اور ہردلعزیز ’’ناظم‘‘ حضرت مولانا مفتی عبدالسمیع شہید رحمۃ اللہ علیہ کی شہادتیں ہوئیں، ان شہداء کے لیے جہاں عظیم سرفرازی کی سعادت رہی، وہیں جامعہ کے لیے انتہائی مصائب و آزمائشوں کے ساتھ یہ سال اختتام پذیر ہوا۔ ’’مولانا محمد نیاز‘‘ کے جہاں روحانی والدو شفیق اساتذہ کا سایہ سر سے اُٹھا وہیں ان کے عظیم محنتی وجفاکش والد ’’محمد یونس‘‘ مرحوم بھی اس دارِفانی سے رحلت فرما گئے تھے۔ بڑوں سے سنا ہے کہ آزمائشوں کی بھٹی سے نکل کر کندن بننے والے ہی باکمال شخصیت کے روپ میں ڈھلتے ہیں، ’’مولانا محمد نیاز‘‘ کی شخصیت سازی کی صورت میں تکوینی طور پہ مقدر ہو رہا تھا، کیونکہ شہید ہونے والے جامعہ کے عظیم ہردل عزیز فرزند ’’حضرت مفتی عبدالسمیع شہید رحمۃ اللہ علیہ‘‘ کی جگہ پہ اگلے ہی سال جامعہ کے ’’افریقی دارالاقامہ‘‘ کی نظامت کے لیے اساتذہ نے ’’مولانا محمد نیاز‘‘ کی تقرری کی جو کہ اب ’’تخصص فی الفقہ‘‘ کا بڑا علمی وفقہی مرحلہ طے کرکے باقاعدہ مستند ’’مفتی‘‘ بن چکے تھے۔

’’مفتی محمد نیاز‘‘ کو اللہ نے کم عمری میں کئی نمایاں علمی عملی وروحانی صفات کے ساتھ اعلیٰ انسانی خوبیوں سے بھی خوب نوازا تھا۔ چھبیس سال کی عمرِ شباب میں ۱۹۹۸ء میں باقاعدہ جامعہ میں بحیثیتِ ’’ناظم دارالاقامہ‘‘ تقرری ہوئی، اس ذمہ داری کے ساتھ جامعہ کے معین طریقہ کے مطابق ’’ناظم مطبخ‘‘ کے طور پہ بھی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ علمی وفقہی طور پہ شعبہ تدوین وتخریج سے منسلک رہنے کے ساتھ علوم وفنونِ درس نظامی کی تدریس کے فرائض بھی انجام دیتے رہے۔ جامعہ کے مزاج و اسلوبِ خاص کے مطابق تدریس پہ بتدریج ترقی کرتے ہوئے درجاتِ علیا ومعہدِ عربی میں مختلف درجات میں سلسلہ دمِ آخر تک جاری رہا۔ جامعہ کے نظامِ چرمہائے قربانی میں سالوں مکمل فعالیت کے ساتھ آپ کی خدمات بھی مثالی رہیں۔ تدوینِ فقہ وتخریج کے شعبہ سے ابتدا ہی سے آپ منسلک تو تھے، لیکن آپ کے عمیق ودقیق فقہی رسوخ کی بنا پہ پانچ برس قبل مستقل آپ کو دارالافتاء کی مسندنشینی کے اعزاز کے ساتھ معین ورفیقِ دارالافتاء کے طور پہ بھی مقرر کیا گیا۔

گزشتہ دس سالوں سے کراچی کے علاقہ ناظم آباد میں ''قدوسیہ مسجد'' میں خطابت کے فرائض بھی انجام دیتے رہے، راقم کو دیگر بعض قریبی ذرائع نے بتایا کہ آپ کا اُسلوبِ بیاں شیریں، انتہائی سلیس وجامع اور اصلاحی انداز کا ہوتا جو سننے والے کو انتہائی متاثر کردیتا تھا، اخلاص سے نکلنے والی ہر بات کی تاثیر بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ ''مفتی نیاز رحمۃ اللہ علیہ'' سے اللہ نے اس خطابتِ جمعہ کی برکت سے دین کے اس شعبہ میں بھی کام لیا۔

اہلِ خانہ کی کراچی آمد

جامعہ کی عنداللہ قبولیت ومقبولیتِ عام وخاص کی بنا پہ مکانی طور پہ قلت کا سامنا رہا ہے، عین شہر کے وسط میں موجود اس عظیم مرکزِ علم ودانش کی اب ذیلی شاخیں شہر کے مختلف علاقوں وسیع رقبوں پہ مشتمل ہونے کے باوجود کم گنجائش سے بھی احباب واقف ہیں، اساتذہ کی سہولت کو سامنے رکھتے ہوئے ان کی رہائش گاہوں کی تعمیر جدید بھی دیگر شعبوں کی مانند ترقی پذیر رہی ہے، جگہ کی قلت کے پیشِ نظر ترجیحی طور پہ اساتذہ کو ضرورت کے مطابق رہائش فراہم کی جاتی ہے، اسی نظم کو سامنے رکھتے ہوئے گزشتہ سال ''مفتی محمد نیاز رحمۃ اللہ علیہ'' کو بھی گھر دیا گیا، لیکن کئی ماہ گزرنے کے باوجود اُن کی اہلیہ وبچے جو کہ آبائی علاقہ میں رہائش پزیر تھے یہاں کراچی نہ آسکے، میری طرح ان کے دیگر رفقاء واساتذہ نے بھی پوچھا تو معلوم ہوا کہ ان کی ضعیف والدہ محترمہ کی نگہداشت کی ذمہ داری ان کی اہلیہ محترمہ انجام دیتی ہیں، اور باوجود اصرار کے ان کی والدہ کی طرف سے کراچی آنے کا انکار رہا۔ میں نے ان سے اس بابت دوتین بار بات کی تو اپنے مخصوص اندازِ گویائی میں فرمایا کہ ''میرے لیے اور میرے بچوں کے لیے والدہ کی خدمت بڑی سعادت ہے، اس لیے علم ودین کی خاطر بچوں سے دوری، والدہ جیسی ہستی کی خدمت کے اجر سے محروم نہیں ہونا چاہتا، یہ اللہ کی طرف سے میرے لیے بہت بڑی سعادت ونعمت ہے۔'' میں نے کہا کہ ان کو بھی ساتھ یہاں آنے کا کہیں تو فرمایا کہ: ''میں نے ان کو کہا ہے، لیکن ابھی تک وہ یہاں آنے پہ آمادہ نہیں ہیں۔''

چند دن قبل عیدالاضحی کی تعطیلات کے دنوں میں ان کو اکثر کھالوں کے امور میں مصروف دیکھا اور اس موضوع پہ پھر بات ہوئی تو کہا کہ: ''والدہ نے بچوں کو بھیجنے کی اجازت تو دی ہے، لیکن میری طبیعت پہ ان (والدہ) کے نہ آنے کا بوجھ ہے۔'' ان کی اس فرماں برداری وتابع داری، سعادت مندی اور خوش بختی پہ ان کی دیگر کئی نمایاں خوبیوں پہ رشک میں بہت اضافہ ہوا۔

اللہ تعالیٰ اپنی حکمتوں کو بہتر جانتا ہے، ان کی زندگی کے آخری ایام میں ان کی اہلیہ اور بچوں کی کراچی آمد پہ ان کی یہاں گھر کی آبادی ہورہی تھی اور ''مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ'' اپنی حیات کی متعین سانسوں کو پورا کررہے تھے، ان کے انتقال سے ایک ہفتہ قبل ان کے اہل خانہ کراچی تشریف لائے، جس میں ان کی اہلیہ، دو بیٹیاں اور اکلوتے فرزند آٹھ سالہ ''محمد حسن'' شامل تھے، ان کے دو بھتیجے حافظ عبداللہ

سلمہٗ اور محمد عمر سلمہٗ بھی گزشتہ سالوں سے ان کی زیرنگرانی ساتھ رہتے تھے۔ حافظ عبداللہ سلمہٗ بہت کم عمری سے اپنے چاچا کے ساتھ جامعہ میں تکمیلِ حفظ کے بعد اب درجہ سادسہ میں زیرتعلیم ہیں۔ انہوں نے اپنے شعور کی آنکھ مفتی نیازؒ کی آغوشِ شفقت میں ہی کھولی، انہوں نے بتایا کہ: ''چاچا جی سادگی کا پیکر تھے، کبھی بھی میں نے ان کو دنیاوی کسی بھی خواہش کا اظہار کرتے نہیں دیکھا اور اگر میں کبھی کچھ اظہار کرتا تو ہر شرعی حدود میں جائز خواہش پوری کرتے، میں سالوں ان کے ساتھ ایک کمرے میں رہا، انہوں نے کبھی اپنی خدمت کرنے کا اشارہ بھی نہیں کیا، بلکہ وہ میری خدمت کرتے، کپڑے دھونے ہوں یا استری کرنی ہو خود کرلیتے تھے، اب کچھ عرصہ سے میں خاموشی سے کرلیتا تھا، اگر کبھی جلدی میں ہوتے تو بغیر استری کے کپڑے پہن لیتے تھے، اب ہمارے دوسرے چچازاد بھائی محمد عمر بھی یہاں تعلیم حاصل کررہے تھے، آپ اکثر رات گئے تک دارالافتاء میں مصروف ہوتے، تاخیر سے کمرے میں آتے تو ہم سورہے ہوتے، ہماری نیند میں حرج نہ ہوجائے، اس لیے کئی بار خاموشی سے نیچے مسجد میں جاکر آرام کرلیتے، بعض مرتبہ زیادہ تاخیر ہونے کی بنا پہ اذانِ فجر تک اپنی عبادات ومعمولات میں مصروف رہتے۔''

برخوردار عبداللہ سلمہٗ نے ایک حیران کن بات یہ بتائی کہ'' جامعہ میں مقیم اساتذہ کو غیرزکوۃ کی مد میں کھانے کا استحقاق ہونے کے باوجود ساری زندگی آپ نے اپنے اور ہمارے کھانے کے پیسے جامعہ کے محاسب میں جمع کرواتے تھے۔'' اس کی تصدیق دیگر قریبی احباب نے بھی کی۔

سبحان اللہ! اس عمر میں ایسے مثالی تقویٰ وجذبہ کے حامل تھے۔ مفتی صاحب کے دوسرے بھتیجے ''محمد عمر'' ان کے انگلینڈ میں مقیم بھائی ''محمد سعید'' کے فرزند ہیں۔ اللہ نے اس برخوردار کو کم عمری سے بہت خوبصورت آواز کی نعمت سے نوازا ہے۔ ''مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ'' کے صدقہ جاریہ کی صورت میں ان کی حفظِ قرآن کی تکمیل چند دنوں میں ہورہی تھی، ان شاء اللہ! اب ان کے دنیا سے جانے کے بعد یہ دونوں بھتیجے اور ان کی دیگر اولاد ان کے لیے صدقاتِ جاریہ کی صورت میں سرمایہ ہوں گے۔

جامعہ کے حوالہ سے انتہائی فکرمند اور حساس ہونے کی بنا پہ اپنے معاصر احباب میں منفرد تھے۔ جامعہ کے مفادات ان کی زندگی کی اولین ترجیح تھی، سالانہ واستحقاقی تعطیلات میں اکثر ان کو جامعہ میں مصروفِ خدمت دیکھا، ان تعطیلات کے مواقع پہ گاؤں نہ جانے کا پوچھتا تو وہ جامعہ کے مفادات پہ اہتمام سے ایسے تفصیل سے بات کرتے جیسے کسی لاعلم کو کوئی سمجھا رہا ہو، اور میں ازراہِ تفنن کے ان کو کہتا کہ آپ کا اصلاحی بیان ختم ہوگیا یا ابھی کچھ باقی ہے؟ تو فوراً اپنی مخصوص مسکراہٹ کے ساتھ کہتے کہ: ''آپ سے دل کی بات کرکے میرا مذاکرہ ہوجاتا ہے۔''

اسلامی سال ۱۴۳۹ھ کا پہلا دن جمعۃ المبارک موافق ۲۲؍ستمبر ۲۰۱۷ء کی صبح آپ نے حسبِ معمول نمازِ فجر واشراق کی ادائیگی کے بعد اپنے ہفتہ قبل نئے آباد ہونے والے گھر میں ناشتہ کیا، اور

اپنے محبوب مشغلہ یعنی مطالعہ میں مصروف ہو گئے، جمعہ کی تعطیل کے باوجود درمیانی وقت میں اپنے دارالاقامہ کا بھی چکر لگایا، اور واپس گھر تشریف لے آئے۔ تقریباً ساڑھے گیارہ بجے دن آپ نے سینہ میں درد محسوس کیا تو جامعہ میں موجود کلینک میں ڈاکٹر عارف کے پاس گئے، انہوں نے معائنہ کیا اور کہا کہ آپ تفصیلی چیک اپ کے لیے جناح ہسپتال کے ہارڈ سینٹر کارڈیو چلے جائیں اور ایک پرچہ لکھ کر ان کو دیتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے تاکید کی کہ فوراً جائیں اور اپنے ساتھ لازمی کسی کو لے جائیں۔ ''مفتی صاحب رحمہ اللہ'' نے ڈاکٹر صاحب کی طرف سے دی ہوئی پرچی پہ ان کو اپنا نمبر لکھنے کا بھی کہا، تاکہ وہاں ڈاکٹر حضرات سے ان کی بات کرواسکیں، جامعہ کے شرقی گیٹ کی طرف سے جانے لگے تو وہیں ایک رکشہ خالی ہو رہا تھا، اس میں بیٹھ کر تنہا روانہ ہو گئے، درمیان میں صدر کے معروف علاقہ میں رکشہ ڈرائیور نے دیکھا کہ مفتی صاحب رحمہ اللہ پچھلی نشست پہ بیٹھے بیٹھے لیٹ گئے ہیں، اس نے رکشہ روک کر دیکھا تو ''مفتی صاحب رحمہ اللہ'' اس فانی دنیا سے دارالبقاء کی طرف جا چکے تھے۔ ڈرائیور کو اس کا اندازہ نہیں تھا، وہ ان کو بے ہوش سمجھ کر ایمبولینس کو بلوا چکا تھا اور رابطہ کرنے کے لیے مفتی صاحب رحمہ اللہ کی جیب میں موجود ڈاکٹر عارف کے پرچہ میں لکھے ہوئے ان کے نمبر پہ فون کیا۔ ڈاکٹر صاحب اس وقت نمازِ جمعہ کی ادائیگی میں مصروف تھے، متصل نماز کے بعد کئی بار آنے والے اس اَن جانے نمبر پہ کال کی تو رکشہ ڈرائیور نے بتایا کہ میں نے جامعہ بنوری ٹاؤن کے گیٹ سے ایک مولانا صاحب کو جناح ہسپتال کے لیے اپنے رکشہ میں بٹھایا تھا اور اب میں جناح ہسپتال میں ہوں اور یہ مولانا صاحب فوت ہو گئے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے فوراً اس کی اطلاع جامعہ کے ذمہ داران کو دی جو فوری طور پہ جناح ہسپتال پہنچے تو وہاں اس فرزندِ جامعہ کی میت رکھی ہوئی تھی۔

جامعہ کے ناظمِ تعلیمات و استاذ الحدیث حضرت مولانا امداد اللہ صاحب مدظلہ العالی اور استاذ الحدیث حضرت مولانا فضل محمد صاحب زید مجدہٗ سمیت کئی اساتذہ ہسپتال میں پہنچ چکے تھے۔ اس المناک حادثہ کی اطلاع جامعہ میں دی گئی اور یک دم سوشل میڈیا و موبائل میسجز کے ذریعہ جنگل کی آگ کی طرح منٹوں میں پہنچ گئی۔ اس اچانک خبر کی ہر کوئی تصدیق کرتے ہوئے سکتہ کی کیفیت میں آ گیا۔ اس جوانی میں اس فرزند کی جدائی پہ پورا جامعہ ہی سوگوار ہو گیا۔ کراچی بھر میں موجود جامعہ کے اساتذہ، فضلاء اور محبین دیوانہ وار انداز میں جامعہ پہنچنا شروع ہو گئے۔

ہر آنکھ اشکبار، ہر دل رنجیدہ، ہر شخص غم واندوہ کی کی کیفیت میں تھا۔ راقم جب جامعہ کے مہمان خانہ میں پہنچا تو جامعہ کے نائب مہتمم حضرت مولانا سید سلیمان بنوری الحسینی زید مجدہٗ اور بڑے بھائی صاحبزادہ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن رحمانی مدظلہٗ کی موجودگی کے ساتھ ہی جامعہ کے ناظمین اساتذہ وطلاب کی آمد شروع ہو گئی تھی۔ حزن والم میں ڈوبا ہر شخص دوسرے سے گلے مل کر روتا ہوا نظر آیا، صبر وتسلی کا درس دیتے بڑے بھی ضبط کرتے کرتے رو پڑتے۔

طلبۂ جامعہ جن کو ’’مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ‘‘ اپنی اولاد کی مانند عزیز رکھتے تھے، جن کی معمولی تکلیف پہ مچل جاتے تھے، وہ سب حسرتِ غم میں پھوٹ پھوٹ کر روتے رہے، پیکرِ سادگی ’’مفتی محمد نیاز رحمۃ اللہ علیہ‘‘ کی اچانک فرقت میں آپ کے معاصر ناظمین کی حالت بھی غیر تھی۔ جامعہ پہ ایک بڑے سانحے کی شکل میں سوگواری کی فضاء چھا چکی تھی۔ چنانچہ فوری طور پہ درجہ سابعہ کی درسگاہ کو خالی کرواکر میت کی تجہیز وتکفین کی تیاریاں شروع کردی گئیں۔ تقریباً سہ پہر پونے چار بجے ہسپتال سے حضرت مولانا امداد اللہ صاحب مدظلہ العالی اس فرزندِ جامعہ کی میت کو لے کر مہمان خانہ والے دروازہ سے داخل ہوئے تو ضبط کے سب بندھن ٹوٹ سے گئے۔ جامعہ کی نسبت سے قائم ہونے والے ان رشتوں کی باہمی اُلفت و محبت میں خونی ونسبی رشتے بھی کم لگتے ہیں۔ اپنے مادرِ علمی اور اس کے مفادات کے لیے حساس اور ہر دینی ادارہ میں قابلِ ستائش جذبات دیکھے ہیں، لیکن چند بہت ہی دل آفرین مناظر جو ’’علامہ بنوری رحمۃ اللہ علیہ‘‘ کے اس ادارہ میں ہماری آنکھوں نے دیکھے ہیں وہ رنگِ اپنائیت کہیں دیکھنے کو نہیں ملے۔

’’مفتی محمد نیاز رحمۃ اللہ علیہ‘‘ کی میت کو اسی عمارت کی ایک درس گاہ درجہ سابعہ میں لایا گیا، جس کے آپ سالوں سے نظامت کے فرائض انجام دیتے رہے ہیں، تابوت والے بھی آچکے تھے، اور وہاں موجود سیکڑوں علماء وطلبہ نے اپنی آہوں سسکیوں میں اس مردِ قلندر کا آخری دیدار کیا۔ غسل کے بعد تکفین اور تابوت میں آپ کے جسدِ خاکی کو رکھا گیا، اسی کے ساتھ ہی اذانِ عصر ہوئی اور سوا پانچ بجے نمازِ عصر کی ادائیگی کے بعد گلشنِ بنوری کے باغبان حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ العالی نے اپنے روحانی فرزند کا جنازہ پڑھایا۔ مختصر اطلاعی وقت کے باوجود ہزاروں افراد نے نمازِ جنازہ ادا کی، اور اس کے بعد میت کو لے کر ان کے تعلیمی ہم سفر ہم مکتب رفیق مفتی رفیق احمد بالاکوٹی زیدمجدہ ائیرپورٹ چلے گئے، رات نو بجے کے جہاز سے ان کے آبائی علاقہ میں میت لے جانا طے ہوا۔

مفتی رفیق احمد وبرادرِ عزیز مولانا سعید اسکندر اور راقم کا جانا طے ہوا، دیگر اساتذہ واحباب کی بھی خواہش تھی، لیکن جہاز میں سیٹوں کی عدم دستیابی کی بنا پہ ان کے اہل خانہ کے ساتھ ہمارا جانا ہوا، وقتِ مقررہ رات نو بجے اسلام آباد روانہ ہوئے۔ تقریباً پونے گیارہ بجے اسلام آباد میں موجود تھے۔ وہاں ائیرپورٹ پہ مردان سے جامعہ کے ناظم تعلیمات حضرت مولانا امداد اللہ صاحب مدظلہٗ کے دو صاحبزادے مولانا حماد اللہ و مولوی ضیاء اللہ سلمہم اللہ اپنے ادارے کی ایمبولینس کے ساتھ موجود تھے۔ ’’مفتی محمد نیاز رحمۃ اللہ علیہ‘‘ کے بڑے بھائی ’’محمد ابراہیم‘‘ اور ان کے بھتیجوں سمیت دیگر حضرات بھی موجود تھے، اسلام آباد/ راولپنڈی کے کئی غمگین فضلائے جامعہ بھی اس فرزند کو خراجِ تحسین پیش کرنے کے جذبات کے ساتھ موجود تھے۔

کارگو سے میت کی وصولی کے ساتھ ایمبولینس اور گاڑیوں کے ایک قافلے کی شکل میں براستہ موٹروے روانہ ہوئے، تقریباً ڈیڑھ بجے علاقہ چھچھ کی سرزمین میں واقع ’’شینکہ‘‘ گاؤں پہنچے تو رات کے اس سناٹے میں جب شہروں میں بھی دنیا سورہی ہوتی ہے اس وقت چھچھ کے اس دیہات میں

کثیر تعداد میں لوگ برلب سڑک موجود تھے۔ میت ''مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ'' کے آبائی گھر میں افرادِ گھرانہ لے گئے۔ ایک عجیب دردناک سی کیفیت ہم سب پہ چھائی ہوئی تھی۔ جنازہ کے بارے میں ان کے وہاں موجود برادران نے بتایا کہ پہلے صبح آٹھ بجے کا طے کیا تھا، لیکن ہمارے بھائی ''محمد سعید'' انگلینڈ سے روانہ ہو چکے ہیں، اس لیے ہم نے مشورہ کے بعد اب بعد نمازِ ظہر ڈھائی بجے کا حتمی اعلان کیا ہے۔

اس شبِ تاریک کی حالتِ غم میں بھی ان کے خاندان کے افراد نے ہم کو مہمان جان کر کھانے کا بہت اصرار کیا، لیکن اپنی ترتیب کے مطابق وہاں کم وبیش ایک گھنٹہ گزارنے کے بعد اس گاؤں سے متصل ہمارے گاؤں بہبودی جانا ہوا۔ برادرِ محترم مولانا محمد زبیر زید مجدہٗ جو جامعہ کے فاضل اور مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہم سبق بھی ہیں اور مستقل برطانیہ میں ہوتے ہیں، اپنے آبائی گاؤں تشریف لائے ہوئے تھے، اور اب ماشاء اللہ! ان کے صاحبزادہ جامعہ میں زیرِ تعلیم بھی ہیں، رات ڈھائی بجے ان کے گھر بغرضِ آرام جانا ہوا، ہمارے ساتھ مردان سے آئے ہوئے احباب بھی ساتھ تھے۔

صبح نو بجے کے قریب ہم اپنے گاؤں کے قبرستان میں ہمارے دادا جان محدث کبیر حضرت مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری رحمۃ اللہ علیہ اور خاندان کے دیگر بڑوں کی قبور پہ حاضری کے بعد علاقہ چھچھ کی معروف دینی درسگاہ جامعہ علوم اسلامیہ بہبودی پہنچے۔ ادارہ کے ذمہ داران حضرت مولانا سعید الرحمٰن اور مفتی عبدالحفیظ زید مجدہم نے بتایا کہ صبح سے کافی فضلائے جامعہ دور دراز کے علاقوں سے یہاں پہنچے ہیں، ان حضرات سے ملاقات ہوئی، کافی ساتھی غم سے نڈھال تھے، مفتی رفیق احمد صاحب زید مجدہ نے اپنے جذبات پہ قابو رکھتے ہوئے صبر کی تلقین کی۔ جھنگ سے مفتی صاحب کے چھوٹے بھائی فاضلِ جامعہ مولانا جمیل احمد بالاکوٹی سمیت کے پی کے کے مختلف اضلاع سے بھی علماء کرام موجود تھے۔ وہاں جامعہ اسلامیہ بہبودی میں کافی حضرات جمع ہو چکے تھے۔ ہم سب ایک بڑے قافلے کی صورت میں شینکہ گاؤں پہنچے، تو وہاں بھی بہت بڑی خلقت جمع تھی، ہماری آمد کے ساتھ ہی مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے برطانیہ سے آنے والے بھائی محمد سعید بھی اسی وقت پہنچے۔ عجیب غمگین سماء تھا، ان کے برادران سے نمازِ جنازہ و تدفین کے حوالہ سے بات ہوئی، انہوں نے اپنی خواہش کا اظہار کیا کہ جو حضرات جامعہ کے ساتھ آئے ہیں نمازِ جنازہ بھی وہ پڑھائیں، اور جنازہ سے قبل بیان کرنے کی بھی خواہش کا اظہار کیا۔

ہم ان کے حجرہ سے قریب مسجد میں ڈیڑھ بجے نمازِ ظہر کی ادائیگی کے بعد جنازہ گاہ کی طرف گئے۔ اس دوران جامعہ فریدیہ کے منتظم اعلیٰ مولانا عبدالغفار صاحب مدظلہٗ جو جامعہ کے فاضل وسابق استاذ اور ناظم بھی رہے، آپ کا آبائی علاقہ بھی چھچھ کا گاؤں شاہ ڈھیر ہے، اور مفتی نیاز رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ ہونے کے ساتھ بہت قریبی تعلق بھی تھا، ان کے علاوہ مردان، سوات، پشاور، نوشہرہ، صوابی، چارسدہ، پنڈی، اسلام آباد، مانسہرہ، ایبٹ آباد، ہری پور، رواث، گوجرخان سمیت کئی اضلاع سے جامعہ کے فضلاء وتلامذہ پہنچ رہے تھے۔ گرمی کی شدت عروج پہ تھی، اس کے باوجود گلشنِ بنوریؒ کے فیض یافتہ

روحانی فرزندوں کا بہت بڑا اجتماع اس فرزندِ جامعہ کو اپنی دعاؤں کے حصار میں اس جہاں سے اُن کی شان کے مطابق رخصت کرنے آیا ہوا تھا۔

میت کو گھر سے بذریعہ ایمبولینس جنازگاہ لایا گیا تھا۔ شرکاء کی تعداد اور گرمی کی شدت کو سامنے رکھتے ہوئے مختصر وقت کے لیے زیارت کروانے کا طے ہوا۔ علماء، طلبہ، صلحاء واتقیاء کے بڑے مجمع میں مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے گھرانہ کی خواہش پہ ان کے رفیقِ خاص اور جامعہ کے تخصص فی الفقہ کے مشرف ہردلعزیز برادرِ محترم مفتی رفیق احمد بالاکوٹی زیدمجدہٗ نے غم میں ڈوبی آواز میں اپنے علمی وعملی سفر کے بے بدل ساتھی مفتی محمد نیاز رحمۃ اللہ علیہ کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے ان کے اجلے ونفیس کردار کی سالوں پہ محیط باتوں کو چند منٹ میں ایسے اسلوب میں بیان کیا کہ ہرشخص کے دل کو تڑپا گیا۔ اپنے نام رفیق کی مثل اپنا حقِ رفاقت ادا کرتے ہوئے آج رخصت ہونے والے کے محاسن کا ایسا محبوبانہ تذکرہ کیا کہ سننے والے ہرصاحبِ دل کو رنجیدہ کرگیا۔ کئی دوستوں کو بچوں کی طرح بلک بلک کر روتے ہوئے دیکھا، مضبوط اعصاب رکھنے والے اکابرعلماء کی آنکھوں سے آنسو برستے دیکھے۔ برادرم مفتی رفیق کی رندھائی آواز کے سکوت نے کئی قریبی احباب کی آوازوں سے عجیب دردناک ماحول کا منظر بنادیا تھا، جنازہ کے وقت سے دس منٹ قبل میت کو ایمبولینس سے نکال کر اس جنازگاہ کے عین وسط میں چارپائی پہ رکھا گیا، تو بے قابو عشاق کا ہجوم دیوانہ وار ''مفتی محمد نیاز رحمۃ اللہ علیہ'' کے آخری دیدار کے لیے چاروں اطراف سے آتا گیا۔ طے کردہ نظم سب اس ازدحامِ کثیر کی نذر ہوگیا۔ سورج کی حدت وتپش کے باوجود ہرایک دوسرے سے مل کر روتا اور اپنے غم کا بوجھ ہلکا کرتا ہوا نظر آیا۔ وسیع وعریض ضلع اٹک کی ہرتحصیل سے آنے والے علماء وزعماء وہاں علم دوست سرزمینِ چھچھ میں ایک ولایت کی صفات والے جوان عالم کے جانے کے نقصان کو عالَم کا المیہ بتارہے تھے۔

جنازہ سے قبل دس منٹ کا وقت دیئے جانے کے باوجود مزید اگلے آدھے گھنٹہ تک زیارت کی جاتی رہی، منتظمین کی طرف سے لوگوں کو جنازہ کے لیے صف بنانے کا اعلان کرتے ہوئے جنازہ شروع کرنے کا کہا جاتا رہا۔ بالآخر تقریباً تین بجے صفیں بنائی گئیں، تاحدِ نگاہ ہرطرف انسانوں کے سر ہی سر نظر آرہے تھے۔ مفتی رفیق احمد بالاکوٹی زیدمجدہٗ نے اپنی شدتِ غم سے لبریز آواز میں اللہ اکبر کی صدا لگائی تو یکدم ہزاروں کے مجمع میں ایک سکوت کے ساتھ قلب پہ سکون کا بھی عجیب احساس ہوا۔ چند قدم کے فاصلے پہ موجود قبرستان میں خاندانِ یونس کے احاطہ میں تیار کی گئی قبر کی طرف میت کو لے جانے میں بھی کافی وقت لگا۔ درختوں سے ڈھکے اس قبرستان کی جانب جاتے ہوئے مجھے پورے تیس برس قبل امام اہلِ سنت ''مفتی احمد الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ'' کا وہ تاریخی جملہ یاد آگیا جو انہوں نے ''مفتی محمد نیاز رحمۃ اللہ علیہ'' کے خاندان کی علم دوستی پہ لکھا تھا کہ: ''درخت لگانا ہمارا کام ہے، پھل دینا اللہ کا کام ہے۔''

قبر میں میت کو مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی اور بھتیجوں نے اُتارا۔ المناکی کی فضاء میں وہاں موجود

علماء نے ’’مِنهَا خَلَقنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَ مِنهَا نُخرِجُكُمْ تَارَةً أُخرىٰ‘‘ پڑھتے ہوئے مٹی ڈالی۔

قبر کی تیاری کے بعد مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صدقاتِ جاریہ ان کے دونوں بھتیجوں میں حافظ عبداللہ سلمہ اور محمد عمر سلمہ نے آیات کی تلاوت کی تو ضبط کے سب بندھن ٹوٹ سے گئے، اس کے بعد مولانا عبدالغفار صاحب زید مجدہٗ نے مختصراً موت وحیات کی حقیقت پہ روشنی ڈالتے ہوئے مرحوم کے درجات کی بلندی کے لیے ایصالِ ثواب کی ترغیب بھی دی، اور مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طالب علمانہ زندگی کی سرفرازیوں کے تذکرہ کے ساتھ ان کی عملی زندگی کے گوشوں کو بیان کیا، جس میں ایک اہم انکشاف یہ کیا کہ: ’’مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی میں تین چار سال رہنے والے ایک دوطلبہ نے بتایا کہ: ہمارے افریقی دارالاقامہ کے بیت الخلاؤں کی صفائی کے لیے جمع دار بعض دفعہ کئی دنوں کے بعد آتے تھے، ہم حیران ہوتے تھے کہ جب فجر میں اٹھ کر بیت الخلاء جاتے تو وہ بہت صاف ستھرے ہوتے۔ ایک طالب علم کو بہت تجسس ہوا تو اس نے خاموشی سے چھپ کر دیکھا تو حیرت کی انتہاء نہیں رہی کہ مفتی محمد نیاز رحمۃ اللہ علیہ رات کے ڈھائی بجے کے قریب دارالاقامہ کے بیت الخلاء کو مکمل دھور ہے تھے، اس طالب علم نے وہ منظر کئی بار خاموشی سے دیکھا۔‘‘

اللہ کے مہمانوں کی ایسی خدمت کے عالی جذبہ کو ہمارے اکابر میں شیخ العرب والعجم حضرت سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ، محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے حیاً ومیتاً جانشین امام اہلِ سنت حضرت مفتی احمد الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں تواتر سے سنا گیا ہے، اور کئی حضرات نے اپنے اس مشاہدہ کو تحریر میں بھی لکھا ہے جو کتب میں موجود ہے۔ آج علامہ بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے اس روحانی فرزند کی زندگی کا یہ اہم راز اُن کے دنیا سے جانے کے بعد میں یہاں ان کی قبر پہ افشاء کررہا ہوں۔ مولانا عبدالغفار مدظلہٗ کے اس بیان سے وہاں موجود بڑے بڑے اصحابِ نسبت نے عقیدت کے پھول نچھاور کرتے ہوئے جذباتِ محبت کے آنسو بہادیئے۔

تدفین کے بعد تلاوت و بیان کے بعد مفتی نیاز رحمۃ اللہ علیہ کے درجات کی بلندی کے لیے ایصالِ ثواب اور دعاء کروائی گئی۔ علاقہ چھچھ کی شرعی روایت کے مطابق تین دن تک تعزیت کے لیے اہلِ خاندان اپنے آبائی حجرہ میں موجود رہے۔ اس دوران دور دراز سے علماء، عوام وفضلاء ومتعلقینِ بنوری ٹاؤن کی آمد کا سلسلہ جاری رہا۔ آزاد کشمیر سے مولانا قاضی محمود الحسن اشرف، مولانا مجیب الرحمٰن سمیت کئی ذی قدر علماء تشریف لائے، چار دن بعد جامعہ کے ناظمِ تعلیمات و استاذ الحدیث حضرت مولانا امداد اللہ زید مجدہٗ بھی شینکہ گاؤں تشریف لے گئے تھے۔

اللہ تعالیٰ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں کی جانے والی تمام دعاؤں کو منظور فرمائے اور اُن کے صدقاتِ جاریہ میں قیامت تک اضافہ فرمائے۔ آمین یارب العالمین!

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....